

مُحِبَّتِ زِندَگی ہے

میمنونہ خورشید علی

ڈاٹ کام

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میں کوئی چیز نہیں دیکھی



رخصتی کے عمل کے دوران جہاں سب توجہ دے رہے تھے وہاں ننھا بشر و حوا میں مار مار کر دو رہا تھا۔ زبان پہ بس ایک ہی جملہ تھا۔

”پھوپھو، پھوپھو جان امت چھوڑ کر جائیں مجھے میں مر جاؤں گا۔“

اور پھر جب گاڑی گھر سے نکلنے لگی تو اس کا بس نہیں چلا تھا کہ اپنے اس پیارے چاچو کو جان سے اڑالے جنہوں نے اسے مغربی ملی سے اپنے ہاتھوں میں جکڑا ہوا تھا۔

”مت لے کر جاؤ میری پھوپھو کو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا چاچو رک جائیں میں مر جاؤں گا۔“

چھوڑ دو مجھے۔
اس نے واصف کے حصار سے نکلنے کے لیے پورا زور لگا رکھا تھا اور باہی لے آپ کی طرح یوں تڑپ رہا تھا جیسے اس کی حقیقی ماں اسے چھوڑ کر پیشہ کے لئے کسی اور سرکس یا چارٹی ہو۔

اور عشنا کے کانوں میں بشر کی چیخ و نکار ایسا مہربا کر رہی تھی جیسے ظالم بادشاہ کا قاتل مظلوم فریادی کی ہوا رہی آواز کا کرتی ہو۔

بشر کی بڑھتی ہوئی بے قراری دیکھتے ہی اس کا بس نہیں چلا تھا کہ وہ گاڑی سے نکلے اور دوڑ کر بشر کو اپنی آغوش میں سیٹ لے لے اس کے پیچھے جلتے وجود کو اپنے سینے سے لگا لے گاڑی گھر سے نکلی تو بشر ایسے ہو گیا جیسے وہ کانٹوں پہ لوٹ رہا ہو کسی بل سکون و قرار نہ تھا۔

کہ اس کا دل پاریاں ہو رہا تھا۔
اس نے اپنے آنسو گھونگھٹ کے اندر ہی بے دردی سے صاف کیے اور بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے سوچنے لگی۔
”واصف کے بچے اس وقت میں دلن نہ بنی بیٹھی ہوتی ناں تو تمہارا منہ توجہ دالتی تمہارا سر بھاڑتی۔“
وہ اندر ہی اندر تنہو تک سہاگن کی اسی لمبے گاڑی نے ایک اور موڑ کاٹا اور گاڑی گھر والی سڑک سے



اسے امید نہیں تھی کہ پھوپھو ایک دن اس کے ساتھ یوں بے وفائی کر جائیں گی اسے تو بس یہ معلوم تھا کہ سب زبوتی ان دونوں کو جدا کر رہے ہیں۔ وہ دو کر آنکھیں سوچ رہی تھیں گلا بیٹھ گیا تھا لیکن وہ چپ ہو کر کاٹم میں لپٹا تھا۔

”میں مارا دل کا گاسب کو میں محبت انکل کو جان سناؤ اور اس کا دوسرے لے کر جاؤں۔“
”بھو اس نہیں کرو بشر۔“ واصف نے گھر کا۔
”چھوڑ دو مجھے۔“ وہ بھڑکنے لگا۔ واصف نے ایک

دور اور طمانچہ اس کے منہ پر اسے بار بار تھپتھپاتے ہوئے نہیں جیسے عشنا کے دل پر کہ تھا وہ تڑپ رہی تھی۔
بشر طمانچہ لگتے ہی اور بے قابو ہو گیا۔

”واصف! اسے اندر لے جاؤ۔“ بڑے بھیا نے سختی سے کہا۔
”میں نہیں جاؤں گا اندر۔“ اور پھر ایک نہیں

واصف نے اس کی اچھی طرح سے توضیح کر دی۔
عشنا کا بس نہیں پہنچا تھا کہ کس طرح سے گاڑی سے نکل کر جائے اور واصف کا منہ طمانچوں سے لال کر دے۔

بھلا کوئی ہاتھ بھی لگا تا تھا بشر کو بشر کے لیے تو وہ مکمل والوں تک سے لڑ پڑتی تھی۔ واصف سے جھڑا تو بشر کے معاملے میں روز کا معمول تھا۔ بڑے بھیا امی امی سب کتنے گن تھے اور واصف بشر کو مارتا ہوا اندر لے گیا تھا۔ واصف کی جرات کیسے ہوئی بشر کو مارنے

تھیں۔

نہ ہی سکھوں سے پھر جانے کا دکھ تھا۔
دکھ تھا تو صرف ایک بات کا کہ بشر اس کے بدن کے
سوئے گا وہ تو کسی کے پاس بھی نہیں سوتا تھا۔ صرف
تین دن کا تو تھا جب بھالی کا انتقال ہوا تھا۔
ایسی چونکہ خودیڈر بشر اور شوگر کی مرضیہ تھیں اپنی کے
پاس پہلے ہی بچوں کی ریل بیل اتنی زیادہ تھی کہ وہ ہمہ
وقت عاجز رہتیں۔ تو یوں بشر اس کی گود میں خود بخود
آ گیا۔

اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ گول مٹول
سرخ و سپید بچہ ان بدن گھر بھر کی توجہ و محبت کا مرکز بنا
چلا گیا۔
اس کے تو تمام تر مشاغل، تمام تر کام، تمام تر توجہ
صرف اور صرف بشر سے ہی مشروط ہو کر رہ گئے تھے۔
اس نے اپنی برساتی بھی بشر کی بدولت اور سواری
چھوڑ دی۔ بشر اس کی زندگی میں کیا کیا وہ سب کچھ بھلا
جینیسی۔
کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ بن ماں بنے بھی ماحول میں
جاگ پڑی ہے۔
حالانکہ بچے تو اور بھی تھے گھر میں۔

بشر سے بڑا بشر اور پھر عاتق و فون ایسا رہے تھے۔
خوبصورت و ذہین تھے پھر ساتھ آئی کے چھ عدد
دیکھ برتے بچے، چھوٹے بچا کے ہاں تو ہر سال نئے
فرو کا اضافہ ہوتا تو ضروری تھا۔
مگر اس کا دل تو کسی بچے سے بھی نہیں آیا تھا جس
سرسری سا پیار کر لیا کرتی۔ لیکن جب سے بشر آیا تھا
اس کی تو گویا جڑیں ہی بدل گئی تھیں۔
رات وہ بستر بھگو دیتا تو وہ اٹھ اٹھ کر اس کی فیسیں
بدلتی۔

اس کے دودھ کا خیال کرتی پھر وہ کچھ اور پڑا ہوا تو اس
کے لباس کی تبدیلیوں سے لے کر نفوس نڈا تک کی
اسے براہوئے تھی۔
سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس میں اتنی مانتا کہاں سے
اور کیونکر آتا تھی۔

پھر بشر نے بیٹھنا سیکھا، انا سدا ہا بولنا سیکھا، چلنا
سیکھا، سب عوامل بندرج اس کی گود میں ہی نمودار
رہے۔ اس عرصے میں انی، ابو نے بشر کو رضامند
کر کے دوسری شادی ہی آباد کر لیا۔
روشن بھالی اچھے لکھری تربیت یافتہ لڑکی تھیں لڑا بھیا
کا گھر پھر سے مکمل ہو گیا۔
شادی کے دوسرے ہی برس خدا نے ایک پیاری
بیٹی بھی دے دی۔

مہلوں کے آبانے کے بعد بھی۔ بشر کی قدر و قیمت
میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔
اسے ہر بچے کی طرح دی جاتی۔ ہمیشہ اس کی
خواہشات کا احترام کیا جاتا، بھی وہ اٹھ حدی
ہو جاتا کہ اس کی ناجائز بات بھی ماننا پڑتی۔
ایسے میں واصل کتا۔ اسے بگاڑنے میں عاصی
صرف اور صرف تھما رہا تھا۔

تو وہ لاوار ہو کر رہی۔
”اور تمہیں بگاڑنے میں کس کا ہاتھ ہے۔“ بات
بروئے بروئے نظر کے کل اعتبار کر جاتی۔
پھر فیصلہ ابو کے پاس جاتا، چونکہ عشنا ابو کی پہلے
سے ہی جینیسی تھی۔ اس لئے الناد واث واصل کو
ہی پڑتی۔

اس بات پر واصل مل بھن جاتا پھر کہتا!
”ابو کی تو ہوش سے یہی عادت ہے ان پہ کوئی زراعت
بھی احسان کر دے، وہ اس کے آگے ہیشہ جھکے رہتے
ہیں۔“

”میں نے کیا احسان کیا ہے ابو۔“ وہ خو خوار ہو کر
پوچھتی۔
”ہلے تو تم ابو کو سویرے سویرے چائے بنا کر دیتی
تھیں تو ابو سارا دن تمہارے من گاتے تھے گور سے
تم نے فراز بھائی کے بیٹے کیوال کرا احسان دو تم ہی
احسان عظیم کر دیا۔ اب تو وہ ہر وقت تمہاری ہی والا
چھینے لگے ہیں۔“

”واصف کے بچے!“ پھر تو جو تک کا ٹھیل بچا اللہ ان
الحفیظ اس صورت حال میں دونوں طرف براہد کا

نقصان ہوتا۔

نہ تو واصل بارمانے والا تھا اور نہ ہی وہ۔

لیکن واصل کے پاس اس کی سب سے بڑی
کمزوری موجود تھی۔ کوئی بھی کام کرنا ہو یا جنگ میں
اس کے کھٹنے نکالے ہوتے بشر کو لے کر جھٹ پر چڑھ
جاتا۔

”عاشی! دیکھو میں بھر کو پیچنک رہا ہوں۔ نیچے میرا
فلان کام کر رہی ہو یا نہیں۔“ اور وہ تمام تر ہتھیار
پیچنک کر نہ صرف ہار مان لیتی بلکہ اس کے سارے
کام بھی دوڑ دوڑ کر کرتی کہ کہیں وہ بچہ بشر کو نقصان نہ
پہنچا دے۔

”بھئی! کچھ لا انا کر اس نے بشر کی پرورش کی تھی۔
اس کی مندر بہت ایک وقت خواہش پوری کرتی تو دوسرے
وقت واث بھی دیتی ساری بھی لیکن بشر نے جو مانگا تھا
اسے وہی ملا تھا۔

بشر بھی اس کا رونا تھا پھر پوجانی سے بڑھ کر تو کوئی
چیز اس کے لیے اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ اسے کھانے
کرشب تک ہر چیز میں سب سے پہلے پھوپھو کی پکار
ہوتی۔ اور وہ خود کئی عادی ہوئی تھی۔ اس کے گھر
سے خود کی، بھی بیچیدگی سے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ ایک
دن بشر سے یوں جدا ہو جائے گی۔

راستہ کب ملے ہوا، وہ کب کھڑکی میں سانس منڈول
نے کب اسے ”پیارہ میک اپ“ کر کے اس کے کمرے
میں پہنچایا، ان سب باتوں کی لذت و اہمیت کو محسوس
کئے بنا وہ صرف بشر کی ذات کے محور کے گرد محوم رہی
تھی۔

نہ جانے وہ کیسے چپ ہوا ہوگا، معلوم نہیں اس نے
کچھ کھایا بھی ہوگا یا نہیں پتا نہیں گھر والے اس کے
ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہوں گے جہاں سلوک کا
خیال آیا وہاں واصل کا پھپھرا سے پھر سے بدو گیا۔ جو
اس نے بشر کے پھولوں جیسے کال پہ بے رحمی سے مارا
تھا عشنا کو لگا جیسے اس کا دل کسی نے بھالے سے چر
الا ہو۔ واصل تو پہلے ہی کتا تھا تمہارے بعد میں اس
بشر کے بچے کو تو بالکل سدھار دیں گا۔ اس کو بگاڑنے

کی ذمہ دار تم ہی ہو۔“ اس بات کی قطعی کسی نے تردید
نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب تھا واصل کا علم و ستم بشر
پر شروع ہو چکا ہوگا۔

وہ ایک دم سے بے چین و بے قرار ہو کر اٹھ کھڑی
ہوئی۔

اسی لمحے محب کمرے میں داخل ہوا۔
جیسا کہ اس کے تصور میں تھا کہ عشنا لہبا سا
گھونگٹ نکالے پینڈ بالکل جھکی ہوئی بیٹھی ہوگی۔
وہ عشنا کو کھو کھوٹ سے بے زار شہاد کچھ کر جیران
ہوا اور پھر عشنا کے چہرے پہ الٹی ہوائیاں اور
آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی وہ ٹھکر مندی سے اس
کے قریب آ گیا۔

اس سے قبل کہ وہ کچھ بولنا اپنی تشویش کا اظہار
کرنا عشنا بے چینی و فکر مندی سے بولی۔
”میں گھر فون کرنا چاہتی ہوں۔“

”کیوں خیریت تو ہے؟“ عشنا کی بے قراری پر
محب کی تشویش کمری ہو گئی۔
وہ اسی کیفیت میں انگلیاں موڑتے ہوئے بولی۔
”خیریت ہی تو معلوم کرنے کے لئے فون کرنا چاہتی
ہوں۔“

”تھما خواس گھر میں کوئی فحش زیادہ بیار تھا۔“
محب کا بال بالکل معقول تھا۔

”جی۔“ عشنا نے ٹونک کر محب کی طرف دیکھا۔
”میں بیار تو کوئی بھی نہیں ہے۔“ وہ آستلی سے
بولی پھر خود کھائی کے سے انداز میں کہنے لگی۔
”ضروری ہے خیریت پوچھنے کے لیے کسی کا بیار
ہوتا۔“

”تو پھر آپ کو گھر سے دور ہوئے اتنی دیر بھی نہیں
ہوئی کہ احوال پرسی کا دور شروع کیا جائے۔“
”میں سب کی احوال پرسی تو نہیں کرنا چاہ
رہی۔“ وہ تیزی سے گویا ہوئی تو محب اسی تیزی سے
تدبر سے اس پہ جھٹکتے ہوئے بولا۔

”کون ہے وہ رقیب جس کی آپ کو اس وقت یاد
ستار ہی ہے۔“ وہ بتاتے ہوئے مجھک گئی۔ اچانک ہی

خیال آیا کہیں وہ اس کا بچپنا نہ سمجھتی سب لوگوں کی طرح۔

”جناؤں۔“ محب نے بڑے شوق سے لمبے میں اشتہار کیا۔

”بشر۔“ اس نے بلا تامل نام لے ڈالا۔

”بشر۔“ محب لہلہکا۔

”بھیجا ہے میرا۔“ وہ فوری طور پر بشر کی اسٹری ستانے پر اتار نظر آ رہی تھی۔

”بشر تین دن کا تھا جب بھائی کا انتقال ہوا تھا۔

میرے پاس ہی رہا ہے ایک طرح سے میں نے ہی پالا ہے اسے میرے بغیر نہ کھاتا ہے نہ سوتا ہے نہ ہی کچھ

اور کرتا ہے۔“ وہ جلدی جلدی بتاتے گئے۔

”پاس پاس پاس۔“ محب نے ہاتھ اٹھ کر اسے باقی نام کی کران ستانے سے منع کرتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھا آپ کو اپنی ہی یاد آ رہی ہوں۔“ ”سوا“ اس وقت لڑکیوں کو اپنی ماں ہی یاد آتی ہے۔

”ہوئے اس نے عشنا کا ہاتھ تھلا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پتھر بٹھاتے ہوئے بولا۔

”حالانکہ یہ بات سوچنے کی ہے جب لڑکیاں اپنی ماں کے پهلوس میں سوتی ہیں تو خواب شوہروں کے دیکھتی ہیں اور جب شوہر کے پاس آتی ہیں تو ماں کو یاد کرنے لگتی ہیں۔“

”چالاک۔“ محب کی غیر سنجیدگی عشنا کو ایک آنکھ نہ بھائی۔

اس کی جان بشر میں اٹھکی ہوئی تھی۔ اور وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا حالانکہ اس کا خیال تھا محب کو گھر والوں کے

رہنے سے معلوم ہی ہوگا اس کے اور بشر کے مابین تعلقات کی اہمیت کیا ہے پھر جو چیز اس کے لئے اہم ہے

اس کے وجود سے وابستہ محب کے لئے بھی اتنی ہی اہم اور ضروری ہوتی چاہیے تھی۔ لیکن محب کا اس

طرف کوئی رجحان یا دلچسپی نظر نہیں آ رہی تھی۔

پھر محب کہنے لگا ”عجب حیرت انگیز بات ہے آپ کو اس وقت بھی کوئی یاد آ رہا ہے۔“

”کوئی نہیں صرف بشر۔“ اس نے جملانے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی محب پہ واضح

ہو جائے کہ بشر کی اس کی زندگی میں کیا اہمیت ہے۔

”بشر ہوا بشر ہو بات تو ایک ہی ہے۔“

”بات ایک نہیں ہے۔ اس کی پرورش کی ہے میں نے میری گود میں پالا ہے۔“

رخصتی کے وقت بہت دور رہا تھا وہ نہ معلوم کس طرح چپ ہوا ہوگا۔

مجھے ڈر ہے کہیں اس کی طبیعت نہ خراب ہوگئی ہو۔ جب زیادہ روتا ہے تو اس کا سانس رک جاتا ہے۔“

اس نے یکایک تشویش میں جملہ ہو کر اپنی بے قراری کا اظہار کیا تو محب ایک لمحے کے لئے سوچ میں پڑ گیا۔

عجب لڑکی ہے۔ میری موجودگی اور وقت کی اہمیت کو محسوس کیے بغیر ابھی تک اسی جگہ موجود ہے جہاں سے رخصت ہو کر آئی ہے۔

”میرا خیال ہے یہ صرف آپ کا وہم ہے۔ ایسا کوئی برا حکم ہوئی تو ہمیں اطلاع کرویتے آپ کے گھر والے۔“

اور ویسے بھی سب لوگ تو ہیں وہاں۔ بشر کے امی اور دادا دادی چاہا اور بھائی سب لوگ۔ بسلا لیا ہوگا اسے

آپ خواتین کو گھر مند ہوئی ہیں۔ اور ویسے بھی بچے جتنی مند کرتے ہیں اتنا ہی جلدی بسل بھی جاتے

ہیں۔

”نام بچوں جیسا نہیں ہے۔“ عشنا نے صراحت سے کہا۔

”مگر ہے تو بچہ ہی ناں۔“ محب نے سختی سے تردید کی۔

”مجھے معلوم ہے اگر اس کی طبیعت کے بارے میں مجھے بڑی فکر ہے۔ ایک فون کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔“

عشنا کی خند پر محب زچ ہو کر بولا۔

”رات کے ٹین بج رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر مجھے اس وقت آپ کا فون کرنا بالکل مناسب نہیں لگ رہا۔“

”محب کے قطع سے اندازہ عشنا سمجھ کر

گئی۔ اب آجے اس موضوع پر کوئی بات کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ تھوڑی دیر وہ فون طرف خاموشی رہی۔

”محب نے بڑی دلچسپی و شرارت سے اس کی مترنم آنکھیں اور افسردہ چہرے کو دیکھا اور آہستگی سے ہلکا ہوا۔

”بشر کو تمام گھر والے بھلائے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے البتہ آپ کو بھلانا میرے لئے مشکل معلوم ہوتا ہے۔“ وہ تمام تر خاف سے ملتا ہوا اس کے

قرب آ کر بے خودی سے بولا تو عشنا چہرہ چمکا کر آنسو صاف کرنے کے ساتھ ساتھ باقی آنسوؤں کے ذخیرہ کو اندر دھنکے کی کوشش کرنے لگی۔

”جملانے اسے حق ایسا کیوں محسوس ہو رہا تھا کہ بشر سے زیادہ وہاں میں اسے کوئی بھی برا نہیں ہے۔“

اس نے اضطرابی طور پر ہاتھ ملنے ہوئے سوچا تو محب کی نگاہیں جو نزلوں کی فک کے ساتھ اس کے ہاتھوں پہ ٹپک لگیں۔

دونوں ہاتھوں پہ ہندی کے ڈیزائن بٹن ہوئے تھے صاف معلوم ہو رہا تھا جیسے پہلے بہت خوبصورت نقش و نگار بنائے گئے ہوں۔ اور پھر لگا ڈیزائن گئے

ہوں۔ ان بٹنوں پر ہوئے نقش و نگار میں محب کا نام بھی انگریزی میں لکھا کر بھلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ محب نے عشنا کی پچھلی پھیلائی پھر کشا۔

”کیا کیا؟“ اس نے معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کو ضرورتی ہندی لگانے پر مجبور کیا گیا ہو۔“

مہار کی ہندی کا یہ مشرعب کو بلا وجہ ہی نہیں کھنکھاتا عشنا اپنی سوچوں میں گمن گمن لکھتے ہی

نہل ہو گئی ساتھ کھینچنے ہوئے بولی۔

”بشر نے لگا ڈیزائن بھی ساری ہندی میرا دل بننا اسے بالکل بھی گوارہ نہیں ہو رہا تھا۔“

محب نے ایک خبیث کھوکھرا سانس خارج کیا۔

”لگتا ہے بہت بگڑا ہوا ہے آپ کا بھتیجا۔“

”بالکل بھی نہیں بہت پیارا اور معصوم ہے۔ آپ اس سے ملے نہیں ناں۔“ اس نے ایسا کہہ رہے ہیں۔

میں آپ کو اس سے ضرور ملوایں گی یقیناً۔“ آپ اس کی شخصیت کے قائل ہو کر رہ جائیں گے۔“ وہ نور شوق سے گویا ہوئی تو محب نے بے زار سے انداز میں عشنا کو ٹوک دیا۔

”فکار گاؤں کے عشنا۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”بشر کی ذات کے متعلق اب ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوگی۔“

پھر وہ زانہ زانہ انداز میں کہنے لگا۔ ”رات کافی ہو گئی ہے اور یقیناً“ آپ بیٹھے بیٹھے تھک گئی ہوں گی لباس و زیورات تبدیل کر دیجئے۔“

شائد اس تبدیلی سے ہی آپ کو کسی اور تبدیلی کا احساس ہو جائے۔“ محب ڈر تک روم میں چلا گیا۔

شائد خود بھی چنچل کر کے گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد عشنا کو احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ کر گیا ہے۔

”کیا یہ محب کے ساتھ زیادتی کر رہی ہے؟“

”یاد بشر کے ساتھ زیادتی کر کے آئی ہے۔“

”یاس کے ساتھ خود زیادتی ہوئی ہے۔“

وہ اس سوچ میں رہ گئی کہ اس نے تو دلشٹ جانا چاہیے تھا لیکن شاید تعظیم کا عمل ابھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ کسی سوچنے اور خود سے اچھے ہوئے محب کی

دلیلیات پہ عمل کرنے لگی۔

وہ کچھ بے حال کر گیا تو ابھی وہ زیورات ہی میں الجھی ہوئی تھی۔ محب نے دیکھی سے ایک نگاہ اس پر

ڈالی۔ اسی عمل کے دوران عشنا کو ایک اچھی آئی پھر دوسری تیسری اور دیکھتے ہی دیکھتے پتلیوں کا مانتا

سلسلہ شروع ہو گیا۔

محب نے اپنی کاٹھاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے آہستگی و احتیاط سے کہا۔ ”پتلی آئے تو پانی بھی پی لیتا چاہیے۔“

”مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے بشر مجھے بہت شدت سے یاد کر رہا ہے۔“ اس نے بے اندیشے کو پھر یقین انداز میں ظاہر کیا تو محب نے گلاس میز پر رکھا۔

”بشر۔ بشر۔“ آخر آپ جملانا کیا چاہ رہی

ہیں۔“ آپ کو معلوم ہونا چاہیے آپ اس وقت کہاں ہیں اور کس یونین میں ہیں وہ مجھے ہے آپ تو مجھے نہیں ہیں۔ اور پھر آپ کو معلوم بھی تھا کہ آپ کی زندگی میں یہ موز بھی آئے ہوں۔“ ”محب بالا خیر برسی پر۔“ ابھی نہ جانے وہ کتنے غصہ کا اظہار کرنا کہ کمرے کا دروازہ بجا۔

اسی کیفیت میں اس نے دروازہ کھولا سامنے ہی زوایب کھڑا تھا۔ آنکھیں ملنے ہوئے بولا۔ ”جتنی بھائی کے گھر سے فون آیا ہے ہشیا ت کرنا چاہ رہا ہے۔“

بشر کے فون کا سنتے ہی وہ بے تابانہ دروازے کی طرف لپکی جب کہ محب کے منگے لگ گئے۔ ”کہہ دو ان سے ہم لوگ سو رہے ہیں۔“ ”پلیز۔“ عشنا تو اس وقت محب کے قدموں میں

بچھ جانے کے لئے تیار تھی بڑے منت بھرے لبے میں بولی۔ ”پلیز مجھے جانے دیں۔“

محب نے تیز لگتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سوچا جب تمہیں خودی خیال نہیں تو میرے روکنے کی حقیقت کیا سہی رکھتی ہے۔

وہ بنا کچھ بولے دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا عشنا کچھوں کی چوٹھائی میں فون کیس لٹکایا۔ ”نچائے ابھی وہ کتنی دیر محو انگور ہوتی ہو سارہ کی آنکھ کھل گئی رات گئے ہو کو نیلی فون سے چپکار لیج کر تیرا نہ کہیں۔“

”عاشی بیٹا کس کا فون ہے۔“

”امی بشر کا فون ہے۔“ سارہ نے آنکھیں ملتے ہوئے وقت دیکھا۔ بھری آواز میں ہوری تھی اسے بھی احساس ہوا کہ واقعی بہت دیر ہو گئی تھی۔

”جھا بشار اب سو جاو صبح ملیں گے۔“ اس نے فون بند کر دیا۔ پھر نظریں جھکا کر ماس کے سامنے سے نیکی ملی کی طرح نکل گئی۔ کمرے میں آئی تو محب خواب خرگوش سے مزے لے رہا تھا۔

~~*

گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلی ٹکرا سے بشر کی تھی۔ کیونکہ رات اس نے سو دیا تھا۔ وہ صبح اسے لینے آئے گا۔ لیکن وہ آیا نہیں تھا دو دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی۔ جہاں بشر بخار میں جل رہا تھا اور بے سدھ پڑا تھا وہ تڑپتی تھی اس کے سر ہالے رکھی مختلف قسم کی ادویات کو الٹ پلٹ کر دیکھتے گی۔ ”عاشی تم یہاں آکر بیٹھ گئی ہو سب لوگ باہر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“

”بھائی ابشر کو بخار کب سے ہے آپ لوگوں نے مجھے بتایا نہیں۔“ ”تو اپنی آنکھیں میں گرفتار تھی۔“ ”میں دوا لے آیا تھا اس کی اور ڈاکٹر نے چیک اپ بھی کر لیا تھا۔“

برائے کرم اسے بولے وہ اٹھتے ہی ہنگامہ کھڑا کر دے گا۔ ”واصف نے اطلاع فراہم کی۔“ ”واصف کے بچے نہیں تو میں چھوڑوں گی نہیں۔“ اسے وادف نے سخت غصہ تھا۔

”بھائی اسے روکو اور سمجھاؤ کہ شادی کے بعد لڑکیاں بھائیوں سے لڑتی نہیں ہیں۔“ وادف روشن کے پیچھے پیچھے لگا۔ ”اوہو تم نے یہ کیا ہنگامہ کھڑا کر دیا بشر جاگ جائے گا۔ چلو وادف باہر اور عاشی تم بھی باہر چلو۔“ ”روشن نے معاملہ سمجھ لیا۔“

”بھائی میں نہیں کر رہی میں بشر کیس ہوں۔ امی سے کہہ دیجئے گا میری بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ ”وہ لڑنے کا راہ ترک کر کے بشر کے ساتھ بستر میں گھس گئی۔“

~~*

”اب اٹھ بھی جاؤ۔ محب بھائی تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں۔“ بھائی اور امی کچن میں مصروف ہیں اور وہ اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ”تو تم جا کر بیٹھو تا ان کے پاس یہاں آیا کر رہے ہو۔“ ”وہ کھلم کھلا سے اٹھتے ہوئے بولی۔

”آپ کو اطلاع کرنے آیا ہوں تیار ہو جائے وہ زیادہ دیر نہ لے گا راہ نہیں رکھتے یہ پیغام امی کی طرف

سے آیا ہے۔“ وادف کے جانے کے بعد وہ کچن میں آگئی۔

”امی! بشر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ ان سے کہہ دیں میں ایک دو روز میں آجوں گی۔“ امی اس کے جواز پر مسکرائیں۔

”جبری بات ہے عاشی بیٹا۔ تم تیار ہو جاؤ ہم سنبھال لیں گے اسے۔“

”امی پلیز۔“ ”جھا نہیں لگتا بیٹا۔ محب پہلی بار تمہیں لینے آیا ہے گھر میں اسے خالی ہاتھ لوٹاؤں۔“

”خدا ہو گی امی! کل بھی تو محب بھائی ہی آئے تھے اسے لینے بسجھ ہا ہے گا جے اور ہارات سمیت توج فرق ہے کہ اکیلے آئے ہیں۔“

”تم جب کرو یہ ٹرائی تیار کر دی ہے روشن نے لے کر چلو ڈاکٹر کو دوں میں نہیں آتی ہوں۔“

”امی بشر مجھ سے ناراض ہے بالکل بات نہیں کر رہا ہے۔ جب تک یہ روٹھتا رہے گا میرا دل اسی میں انکار ہے گا پھر اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔“

”بھئی بات تو ظہر مندی کی ہے تمہارے بعد دل ہی نکال ڈالا تھا اس نے ہمارا بچھ نہیں آتا تھا کہ کس طرح سہلایں اور چپ کرائیں۔“ روشن بھائی ٹرائی میں سامان رکھتے ہوئے بولیں۔

”امی لے لے تو کستا ہوں تم اپنے گھر جاؤ ہم اپنے بچے کو خود سنبھال لیں گے۔“ وادف کی بات پر اس کا دل بھر آیا۔

”واصف بہت بری بات ہے۔“

”مار بیٹ کر نہ ہم سہلایں گے ہیں اسے اور نہ ہی تم۔“ ”جیہ ای تو ہے رفتہ رفتہ ہی عادی ہو گا وہ اس ماحول کا۔“

”اور دیکھو! تم نے زیادہ گھر کا نہ بشر کو تو بہت برا پیش آؤں گی۔“

”ہے کماں وہ؟“ امی کو کیا ایک بشر کی یاد ستاتی۔

”اس کے پھوپھا سے متعارف کرانے لے جا رہا ہوں اسے۔ ٹرائی عاشی کے صراہ بھیج دیجئے گا۔“

وہ پھر سے غائب ہو گیا امی سر جھٹک کر مسکرائیں۔

”میں نہیں لے کر جا رہی ٹرائی! آپ ہی لے جائیے۔“ عاشی کو محب کا سامنا کرتے ہوئے جھجک سی محسوس ہو رہی تھی۔ اور پھر انکار بھی تو امی کو ہی کرنا تھا۔ امی خود ہی چلی گئیں۔ وادف بشر کو محب سے متعارف کرا رہا تھا۔ وہ دروازے کی اوٹ سے دیکھنے لگی۔ تعارف کا یہ مرحلہ اسے بہت ہی پسند آیا جو اسے پسند ہے اور ہر دلعزیز ہے محب کو بھی اتنا ہی اس سے واقف اور دلعزیز ہونا چاہیے۔ ”محب بھائی ان سے ملے یہ بشر ہے۔“

”عاشی ڈیڑھ کی عمر جاں ہستی۔“ عاشی آہستہ سے مسکرا دی۔ کن آنکھوں سے دیکھا محب بشر کو بخور دیکھ رہا تھا اس کے دل میں اطمینان سا تر آیا۔ اور دل پذیر خوشی حاصل ہوئی۔

”بشر! انکل سے ہاتھ ملاؤ۔“

بشر اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلا اور منہ پھلائے بیٹھا رہا۔

واصف اور عاشی بیک وقت خفیف سے ہونگے جب کہ امی نے وضاحت کی۔

”دراصل یہ امی پچو پچو سے ناراض ہے اس لیے تم سے بھی نہیں بولی رہا۔“

”جی نہیں امی کسی سے ناراض نہیں ہوں۔“

”مجھے معلوم ہے لڑکیاں ہوتی ہی بے وقاف ہیں۔“

محبت کسی سے کرتی ہیں اور شادی کسی سے۔ ”بشر کی اس بات پر محب کے چوہہ لمبی روشن ہو گئے جب کہ امی کو شرم سی آگئی۔

”کون سی کلاس میں پڑھتا ہے یہ۔“ محب پوچھتے بنا نہ رہ سکا۔

”کلاس دن میں ہے لیکن اسکی یہ حقیقت پسندی دُش سے مشروط ہے، تعلیم سے نہیں۔“ ”بنتے ہوئے دُش سے وضاحت کی۔ بشر وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تو عاشی بھی اس کے پیچھے ہی آگئی۔

امی کتنے لگیں ”محب بیٹا محسوس نہ کرنا بہت چیتا ہے یہ عاشی کا اور پھر تین دن کا ہی تو تھا جب رفعت کا انتقال ہوا تھا۔“

”میں جانتا ہوں خالہ جان۔ بشری ہسٹری نے سرے سے سننے کا سہ نہ شوق تھا اور نہ موڈ۔“
”اس کی طبیعت سنبھل جائے گی تو میں صبح عاشی کو وادے کے ہمراہ ہی بھیج دوں گی۔“

”وہ لے کر مجھے بہت برا لگ رہا ہے کہ تم پہلے یار لینے آئے ہو اور خالی ہاتھ جاؤ گے۔ لیکن مجبوری ہے اور پھر عاشی خود بھی وہاں جا کر پریشان ہی رہے گی۔“
”ساری رات تو فون پر بات ہوئی رہی تھی پھر پریشانی کبھی؟ وہ دل ہی دل میں جڑ بڑھا۔“

رفیقہ داماد کے سامنے حد سے زیادہ شرمندہ ہونے لگیں تو محبت نے ان کی شرمندگی کو کچھ زائل کیا۔
”کوئی بات نہیں خالہ جان، جیسا آپ مناسب سمجھیں بہتر ہو گا۔“

گھرمل میں غصہ تو بہت تھا، لیکن کچھ احترام باندھی پھر واپسی تھا سہ وہ خاموشی سے گھر آیا۔

ترجہ و تہہ تھا رفیقہ کا راز تو واصف کے ہمراہ بھیجے کا تھا، لیکن اس کے سرسوں سے خواہشیں اٹھیں ”تو وہ جانے کی تیاری کرنے لگی۔“

رات بھر بشر کو اپنے پاس رکھنے سے بشر کے تمام گلے شکوے دور ہو گئے تھے ساتھ ہی طبیعت بھی ہشاش بشاش تھی۔

لیکن جب وہ جانے لگی تو اس نے ساتھ جانے کی شد باندھ لی۔ گھروالوں نے روکا بھی بہت لیکن عشنا اسے اپنے ساتھ ہی لے آئی۔

عشنا کی تین چھوٹی خندیں اور ایک عدد دور رس ہی بشر کی سن مٹاتی صورت اور باتوں کے ولولہ ہو گئے وہ خود بھی اس طرح خوش تھی جیسے بشری تمام تر خوبیاں اسی کا کارنامہ اظہار ہوں۔

ان لوگوں کے گھر میں دور دور تک کوئی چھوٹا بچہ نہیں تھا۔ اس لئے سب بشری کو آنکھ میں لگ گئے۔

محبت کو جب معلوم ہوا کہ عشنا کے ساتھ بشر بھی آیا ہے تو اس کا ہاتھ ٹھٹھک گیا۔ موڈ تو اس نے پہلے دن ہی خراب کر دیا تھا باقی ماندہ گھر گھر والوں نے اس کی پوجا

پاٹ سے پوری کر دی۔
بہشت کی طرح بشری موجودگی میں اسے کسی دوسرے شخص کی پروا ہی نہیں ہو سکتی۔ جب ہی مگن و مسرور ہی ان سب کے درمیان بیٹھی تھی۔

سادہ کو بالا خر کو کتنا ہی بڑا۔
”بھو اپنے کمرے میں چلی جاؤ محبت کو شام کے لئے کپڑوں وغیرہ کی ضرورت پڑے گی اور پھر تمہیں بھی تو وقت لگے گا تیار ہونے میں۔“

”بی بی۔“ وہ توجہ داری سے اپنے کمرے میں آگئی جہاں محبت اپنی چھٹی بن پر بری طرح برس رہا تھا۔
”کب سے میں تمہیں آوازیں دے رہا ہوں؟ کہاں رہی ہے اللہاری کی چالی؟ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نہ آج خراب ہو گیا ہے میرا۔ کوئی سہاگنی نہیں ہے۔ محبت نے بیڈ کے نیچے اوڑھنا دھڑکتے ہوئے۔“
”مفتاحی کس نے کی تھی کمرے کی بجلاؤ ڈرے کو کہاں مرنے دو۔“

”بھائی وہ تو اپنے کوراز سے بکری کا بچہ لینے گئی ہوئی ہے بشر کے لیے بھالی کا بھیجا آیا ہوا ہے سب اس کے ساتھ کھیل رہے تھے شوریں آپ کی آواز سنائی ہی نہیں دی۔“

”مجھے ایک طرف کوئی ہونی پڑی تھی۔“
”بشر۔ بشر۔ بشر۔“ آخر کیا تم نے بھی کوئی بچہ نہیں دیکھا؟ کیا بچہ چیر کٹی ہے آج ہمارے گھر میں۔ ہر شخص اس کی مہمان داری میں لگا ہوا ہے۔“

”چالی امی کے پاس تھی انہوں نے مجھے دی ہے۔“
”اے میں آپ کے کپڑے اٹھل دوں۔“ عشنا نے فوراً اطلاع فراہم کر۔ ساتھ ہی علی کارروائی بھی۔
محبت غصے میں اس کی طرف بیٹھا اور اس کے ہاتھ سے چالی لے لی۔

”چالی کی خبر دینے کا شکریہ۔“ سعدیہ بھائی کا پارہ آسمان کی طرف جا کر کچھ کر کھسکی۔

”جائے اب آپ بھی بچے کھلائے اور خاص طور اس بچے کو کہنے آپ جہیز میں لانا بھول گئی تھیں۔ اور اگر کمی محسوس ہو تو مجھ سے بھی بلا لیں جیسے گا دو چار۔“

اس نے چالی کو جھٹلے سے لیا اور الماری کھولنے لگا۔
”آپ میری پھوپھو کو کیوں ڈانٹ رہے ہیں۔ شرم نہیں آتی آپ کو۔ میری پھوپھو ہیں انہیں کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ نے سمجھا کیا ہے؟“ اکیلی نہیں ہیں میں ان کے ساتھ ہوں۔“ محبت نے گھور کر بشر کی طرف دیکھا جو ٹھٹھکے کب آنے لگا تھا۔

عشنا اس اچانک اقدار ہنگامیا کر رہ گئی۔
”بشر۔“ اس نے زچہ سے لمحے میں جھٹکے کو ٹوکا۔
”پھوپھو آپ جب سیسے ہلکے اسی وقت گھر چلیں۔“ یہ بالکل سچی بات تھی انسان نہیں ہیں کوئی لڑکیوں سے اس طرح بھی بولتا ہے۔ بڑے ابو ہوتے ناں اس وقت تو آپ کی پائی کر دیتے جیسے واصف چاچا کی گردن ہے۔

”بشر۔“ محبت نے چپ ہو کر کہا۔ ”وہ دعائی ہو کر بولی لیکن بشری زبان کب رکنے والی تھی۔“
”مجھے کیا ہیں خود کو بڑے آئے رعب ہٹانے والے۔“

”بشر بلکہ چپ ہو جاؤ۔“ محبت نے ایک تہرہ دو نگاہ عشنا پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ عشنا کا دل بری طرح جھرا رہا تھا۔

”لجی کی تقریب میں سارا وقت اس کی ایسی ہی کیفیت رہی۔“ عشنا نے آواز اٹھائی۔
”بشر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔“

”واصف بچہ کہتا تھا بشر تو قید تیز ہو گیا ہے۔“
”تقریب کے اختتام پر بشر بند ہو گیا کہ وہ عشنا کو اپنے ساتھ ہی گھر لے کر جائے گا۔“

”بشر بہت ضدی ہو گئے ہو تم۔“ اس نے پہلی بار بشر کو ڈانڈا۔ وہ جانتی تھی کہ بشر خاموشی سے گھر چلا جائے اور زیادہ اس موضوع پر فکر و بحث نہ ہو۔ لیکن بشر بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ اس کے پہلو سے پچھ کر بولا۔

”پھوپھو مجھے معلوم ہے آپ انکل سے ڈر کر ایسا کہہ رہی ہیں۔ لیکن آپ بے فکر ہیں میں سب کو بتا دوں گا۔“

پھر وہ اپنی وادی سے مخاطب ہو کر شکایتی انداز میں

بولی۔

”بڑی امی! انکل پھوپھو کو دوپہر میں بہت ڈانٹ رہے تھے۔ بڑی امی! وہ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔ پھوپھو کو کون سے ڈر لگتا ہو گا؟“ جیسے وہ مجھے بھی خاموش ہونے کا کہہ رہی تھیں۔

بشر کی اطلاع پر محبت کی امی حیران رہ گئیں۔ بھلا شادی کے دوسرے ہی روز ایسی کیا جھگڑے کی بات ہوئی تھی۔

جو اس نے بچے کے سامنے ہی نئی ٹوپی دھن کو ڈانڈا۔

جب کہ عشنا کے گھروالے اس فکر میں مبتلا تھے کہ بشر کو ایسی ایسی سیدھی باتیں بھی کرنی آتی ہیں؟ ان کا خیال تھا وہ خود خواہ الزام خوب کر عشنا کو لے جانا چاہ رہا ہے۔

محبت نے بشر کی یہ بکواس بازی سنی تو اس کا خون کھول کر رہ گیا۔

یہ کتنی عجیب سے اسے سخت زہر لگ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا گلا دباؤں۔ سب لوگوں کے سامنے اس نے اس کی اچھی خاصی انسلٹ کر ڈالی تھی۔ بمشکل تمام عشنا کے گھروالے بشر کو اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہوئے۔

لیکن محبت کا دماغ تھکا ہوا تھا۔
اس پر طرہ سے کہ سادہ بیگم نے گھر میں اگر بیٹنی بری طرح بھائیانی کر ڈالی۔ وہ جڑ بڑھو تاکرے میں آیا تو عشنا اس کا انتظار کر رہی تھی۔

شاید بشر کے سلسلے میں معافی مانگنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ کچھ بھی سننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ سارا غصہ عشنا ہی اترا ظاہر ہے وہ قصور دار تھی۔ سر جھکائے سب کچھ سہی رہی۔

اور انتظار کر رہی کہ آخر ایک وقت تو اس کا غصہ کم ہو گا۔

”میں بہت شرمندہ ہوں اس کی طرف سے بشر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔“ دوپہر ہو تو وہ منہ نہ کر بولی۔

لیکن محب کا غصہ کسی طور کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا وہ بہت دیر تک بکا جھلکا رہا۔ وہ خاموشی سے منتی رہی۔ پھر بشر کو برا بھلا کہنے پر اتر آیا۔

اس پر ابرہا نے اسے بھی اس میں ایک حد تھی۔ جب اس نے بشر کو گالیوں سے نوازنا شروع کیا تو اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ ماتر پوری شدت سے جاگ اٹھی۔

”آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا اسے گالی اور کوٹنے دینے کا۔ اس نے جو غلطی کی ہے میں اس کی طرف سے معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں جو برا چاہے مجھے دے دیجئے لیکن معصوم بچے کو یوں نہ بھر بھر کر بدعاشیوں دینا کمال کا انصاف ہے؟ بچوں سے غلطی ہوئی جاتی ہے۔“

بشر کے معاملے میں وہ اس کے مقابل ٹٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جس سے یہ ثابت تھا کہ وہ ابھی تک وہی تھی جہاں سے آئی تھی۔ اور مسلسل اس کی جاہت ذات اور اہمیت کو نظر انداز کر رہی تھی۔ محب کے اندر نفرت کی چنگاری سلی اور ہتی رو کی طرح سارے وجود کو آگ کر گئی۔

یہ اسی کے مضطرب اہانتا تھی جو وہ سب برداشت کر گیا تھا۔ وہ اپنی کسری اور غمیل کا احساس ناکواری نہیں ناقابل برداشت بھی تھا۔ ”اگر آپ کو اپنے نتیجے سے اتنا ہی پیار ہے اور جدائی کا احساس مارنے والا رہا ہے تو آپ ابھی اور اسی وقت اس کے پاس جا سکتی ہیں۔“ محب ”وٹوک انداز میں بولا۔

”مجھے حصول میں بیٹی ہوئی عورت کی قلعی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ نکل میں محبت کے معاملے میں بہت انتہا پسند شخص واقع ہوا ہوں۔ سمجھیں آپ۔“ اور اب میں کسی قسم کا ڈراما اور بکواس نہ سنتوں۔ خواہ وہ آپ سے ششک کسی بھی فرد کے متعلق ہو اور ہاں اس گھر میں آپ بے شک آتی جاتی رہیں۔ لیکن میرے پاس جب ہی آئے گا جب آپ کے سر سے بشر کا بھوت اتر جائے۔“

بصورت دیگر نہ تو میں آپ کے یہ چونچلے برداشت کر سکتا ہوں اور نہ ہی کسی اور کی محبت کا دم بھرتے آپ کو دیکھ سکتا ہوں۔ وہ غصے میں کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا اور عشنا پر اس کی کھڑی سوچ رہی کہ یہ اتنی بڑی بات تھی جس کا محب نے اتنا ہنگامہ بنادیا تھا۔

عشنا کو محب کی ناراضگی کو محسوس کرنے کے لئے ایک خاص قسم کے جذبے کی ضرورت تھی ایسا اور اک جو اس پر ابھی تک انھیں ہوا تھا۔ اگر ہو جاتا تو وہ یہ محسوس کرنے کی بجائے کہ یہ تو بہت معمولی سی بات ہے اس بات میں جھگڑا کیسا۔ یہ بات محسوس کرتی کہ محب اس سے ایسی محبت کرتا ہے جو کسی سے بھی شہر نہیں کر سکتا۔

اگر آپ محسوس کر سکتی تو خود خود محب کی محبت میں غم ہو جاتی۔ ابھی سے ششک ہر شہ نہ دیکھا اپنا آپ بھی بھلا رہی۔ لیکن اپنا آپ تو وہ صرف بشر کے وجود میں بھلا رہی تھی۔ پھر کسی اور وجود اور رشتے کی نگاہ میں ہی کب نکلتی تھی۔

سسرال سے بیٹے اور بیٹے کے سسرال اس کا گناہا جانا سا لگا رہے لگا۔ یہاں اتنی تو بشر کی یادیں ساتھ ہوتیں مگر جانی تو صرف بشر کا ہی ہوتا پھر دوسرے رشتہ و عورت کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ اس کی مصروفیات بڑھتی چلی گئیں۔ پھر بشر اور اس کے درمیان کچھ دوری سی آئی لیکن فراغت ملنے ہی وہ جب بھی گھر جاتی بشر کو بے قرار و ہراساں اپنا بھڑکاتی۔

وہ جہاں بھی ہوتا اس طرح اس کے پاس آتا جیسے نگاہیں انتظار کی راہ میں بچائے بٹھا ہو۔ یہ اس سے دوری کا نتیجہ تھا یا اب کوئی بشری ہوا نہیں کرنا تھا۔ بشر بدلتا بدلتا کمزور ہوتا چلا گیا۔ اس کی صحت دیکھ کر اس کا دل کٹنے لگا۔ کمزور والوں سے جھگڑی سسرال سے کئی بار فون کر ڈالتی۔

ای کو اور بھائی کو اس کی خوراک کے بارے میں تاکید و آگاہ کرتی رہتی جب بھی بشر سے ملتی پہلے سے بیس زبرداد رفتہ ہو کر ملتی۔

لیکن پھر یوں ہوا کہ بشر کا ریتاک انداز دھیمہ ہوتا چلا گیا۔ اب بشر کو تو اس نے آنے جانے کے اوقات کی پروا ہی تھی۔ نہ اس کے سسرال جب بے وجہ فون کھٹکاتا تھا۔

اس کی غیر موجودگی میں آہستہ آہستہ اس کی تقریحات و ترجیحات بدل رہی تھیں۔ لیکن وہ اس تبدیلی کو بشر کی ناراضگی کا سبب سمجھنے لگتی۔ اس کا بس نہیں چکا تھا کہ اسے اپنے دلچسپی میں چھپا لے۔

اسے کس طرح یقین دلانے کہ وہ اس کے بغیر کتنی بے قرار اور احمور رہتی ہے۔ اور جب وہ اس سے بے انتہائی برتا ہے۔ اور اس سے خاص توجہ و پیار نہیں ملتا تو وہ کتنی غلطی ہو جاتی ہے ضرورتی پھر اسے گود میں لے لی تو یوں لگتا جیسے گود نکال لیں تک بھر گئی ہو۔ سارے شکوے مٹ گئے ہوں۔

واصف چھپڑا اب یہ بڑا ہو گیا ہے اس کے بوجھ سے آدھی جھک جاتی ہو۔ اب تو گود میں اٹھانا چھوڑ دو۔“

وہ وادف سے شکوہ کتناں ہو کر بولی۔ ”تم نے بگاڑ دیا ہے۔“ سارا سارا دل گھر سے باہر کھینچا رہتا ہے۔ سارا دل سائیکل لے لے پھرتا ہے۔ وہ وہ فریضے کرتے لگ گیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کرتا تھا۔“

”بھلا کیا کیا؟“ وادف دلچسپ و شرارت سے پوچھتا۔

”تو وہ افسروں سے سوچنے لگتی۔“ ”اب مجھے بہت یاد نہیں کرتا۔ اب میں آتی ہوں تو جب ہی مجھ سے پیار جلتا ہے گناہ وقت میرے پاس نہیں گزارتا۔ اس سے دور رہ کر مجھے چین نہیں آتا اور یہ خوش رہنا سیکھ گیا ہے۔ اتنی جلدی میں کہاں سے لالوں ایسا قرار تو اسے مل گیا ہے۔“

واصف اسے سوچ میں پڑا دیکھ کر غصہ پڑتا۔ ”قدردانی طور پر وقت کے ساتھ ساتھ انسان کے جسم میں تبدیلیاں آتی ہیں تو ذہن کی نشوونما بھی تو ہوتی

رہتی ہے بشری، پہلے کچھ ترجیحات تھیں پھر کچھ ہوں گی۔ پھر دوست بدلیں گے، تکمیل بدلیں گے، مشاغل بدلیں گے اور پھر میں بھی تو ساری عمر ای کی گود میں نہیں رہا۔ اور یوں بھی لڑکوں کی زندگی تو ویسے بھی بہت فاسٹ ہوتی ہے۔ بچل خواتین کے بیوی آتی ہے تو ماں بہنوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ایک وقت آنے کا یہ نہیں سمجھیں بھی بھول چکا ہو گا۔“ وادف اسے چراتے ہوئے شرارت سے بولا تو وہ سختی سے تردید کیے بغیر اندھرتی میں۔

اور شہرہ برا اشتقاق جھاکر بولی۔ ”کبھی نہیں بھولے گا یہ مجھے۔ کبھی بھی نہیں دیکھ لیا تم۔“ اس نے چلیج کیا۔ ”یہ کیا وادف! تم ہر وقت بہن کو جلائے اور چراتے پہ گریبان دھے رہتے ہو۔“ سہی نے وادف کو ڈانٹا۔

”رہی بات میری، وہ تو ضرور بندھے گا۔ جب تم بھلا دو گی اسے اپنے بچوں میں امن ہو کر۔ چلو پار تیرا ہر چل کر کھینچتے ہیں۔“ ہنستا ہوا وادف بشر کو لے کر باہر چلا گیا۔ اور اسے وادف کی بے لگائی و بے مشن گولی پہ ڈھیروں شرم سی آئی۔

جہاں بچوں کا قصور آیا وہاں محب کا وجود نگاہوں میں جھپکنا غصہ کرنا ہوا اور پھر نکارنا ہوا۔

”اس گھر میں بے شک آپ آتی باقی رہیں۔ لیکن میرے پاس جب ہی آئے گا جب آپ کے سر سے بشر کا بھوت اتر جائے بصورت دیگر نہ تو میں آپ کے اس قسم کے چونچلے برداشت کر سکتا ہوں اور نہ ہی آپ کو کسی اور کی محبت کا دم بھرتے دیکھ سکتا ہوں وہی غصہ کرتا ہوا اور بشر سے بے زار سا وجود اس کی نگاہوں میں لہر گیا۔

”ہو نہ ایسا شخص بھلا بچہ پسند کر سکتا ہے۔“ عشنا کی لاپرواہی اور بے اعتنائی دیکھ دیکھ کر محب کا دل کڑھ رہا تھا۔ اس نے غصے میں وارنگ دی تھی تو اتنی محبت بٹانے کے لئے اپنی ذات کی یاد دہانی کے لئے، جواباً اسے بھی چاہیے تھا کہ اس کی بیوی کرتی۔

171 WWW.PAKSOCIETY.COM 170

"ہاں جائے۔ میں بھی بس جاؤں رہی ہوں۔" "نجانے اسے وہ اب بھی کیوں اتنا ہی نہیں۔" "اے! خدا جانو پھوپھو۔" "اور وہ وہیں خالی دامن بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔" شام کو گھر آئی تو وہی کیفیت تھی۔ کھوئی کھوئی سی کیفیت اور غمناک آنکھیں۔ ساجدہ نے ہمو کو ملول سا دیکھا تو سمجھ گئی کہ بیٹے کے رونے کی وجہ سے ہمو پر واہشت ہو رہی ہے۔ پھر دو گھنٹے کے مابین غمناک کا اندازہ بیٹے کی بدولت ساجدہ کو معلوم ہو چکا تھا۔ وہ ہمو کو سمجھانے لگیں۔

"عشنا۔ بیٹی۔ میں جانتی ہوں تمہاری وہی کیفیت اس وقت کیا ہو رہی ہے۔ لیکن لڑکی کا اصل گھر اس کے شوہر کا گھر ہی ہوتا ہے عورت کو تمام پچھلے رشتے اپنے شوہر کے خاطر چھلانے پڑتے ہیں۔ یہ تمہارا چھپنا تھا یا بشر سے یہ حد پار کا نتیجہ کہ تمہارے شوہر کو نظر انداز کیا۔ لیکن محب کی سراسر بے وفائی ہے کہ اس نے تمہارے ساتھ برابر رہا اور بے جا شکوک و شبہات پیدا کر کے اپنے اور تمہارے درمیان فاصلے پیدا کر لیے۔"

نجانے ساجدہ کیا کہہ رہی تھیں لیکن عشنا کا دل بشر کی بے وفائی پر دھواڑیں مار مار کر روت رہا تھا۔ اور جب ساجدہ نے اسے گلے سے لگائے ہوئے آپنی دی "مہم گھبراؤ نہیں عاشری بیٹا۔ محب میرا بیٹا ہے اور میں جانتی ہوں جتنی جلدی وہ غصہ کرتا ہے اتنی جلدی اس کا غصہ اتر بھی جاتا ہے۔" ان کے گلے سے نکلنے ہی اس کے حوصلے کے تمام بند ٹوٹ گئے اور وہ بے تحاشا روئی۔

محب اس وقت وہاں سے گزر کر اپنے کمرے میں جا رہا تھا بیوی کو ماں کے گلے سے لگ کر روتا دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

"گھبراؤ بشر کا بھوت اترے ہی میری بے رخی آپ کو رلانے لگی؟" "وہ مسرور سا اوپر چڑھ گیا۔" "خیر بیوی صاحبہ! ماس سے لاکھ دکھڑے رو لو انہی

تو ایک پراڑا اور بھی سر کرتا ہے تمہیں۔" لاکھ اسی نے میرے ساتھ سر پھوڑی کی ہے لیکن منائے سے ہی منوں کا کم پریشن نہیں کیا ہے تم نے مجھے۔" مگر عشنا کا رد عمل اس کی توقع کے عین خلاف ہوا وہ اسے منائے یا سواری کرنے نہیں آئی بلکہ اپنے کمرے میں چلی گئی ابھی تک وہ بشر کے وجود میں کم تھی۔

دماغ وہاں پر اس کی بے وفائی کا بوجھ تھا اور جسم غمناک کی حرارت سے جلنے لگا تھا محب غصے میں جلتا کھسکا خود ہی کمرے میں آیا تو وہ تینوں کی دواؤں میں صوفی ہوئی تھی۔

اور نجانے آہستہ آہستہ کیا برہم رہی تھی۔ محب نے کلن لگا کر شے کی پوشش کی۔

"بشر۔ بشر۔ دیکھو میں آگئی ہوں۔ تم مجھ سے خفا ہو۔ نہیں تم مجھے بھلاؤ گے نہیں۔ وعدہ کرو۔ بشر۔ میری جان۔" محب نے اس کی دواؤں کی اور اپنی خام خیالی پر سر بیٹ ڈالا لیکن ایک بات خوش آئند تھی کہ اس سے وہ مسرور ہی نہیں حط بھی اٹھا رہا تھا۔ عشنا کے لگا جیسے بشر اس کے پاس ہے۔

بشر۔ بشر۔ میں تمہارے جھکا کر بیٹھ گیا اپنی خوش میں سینٹا جا یا اس کے کمرے کو محسوس کرنا چاہا۔

اور پھر وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ نیند کے ساتھ خواب بھی ٹوٹ گیا تھا۔ اس کے پیلو میں بشر نہیں محب آنکھوں پر ہاتھ دھرے بے خبر چاروں خانے چپت سو رہا تھا۔

اس کا دل بری طرح جھڑکا۔ روز وہ دوسرے کمرے میں سو رہا تھا آج یہاں کیسے اور کب آیا۔ اس نے فوری طور پر خود کو سینا اور سمجھانا چاہا۔

پھر خوف سے مغلوب ہو کر سو پڑے تھی۔ نجانے وہ کیا ہدیان یک رہی تھی۔ کہیں محب نے سن نہ لیا ہو۔ اس سے قبل بے عزتی کا احساس سوا ہو تاؤ اساتجک کر

ایکما وہ بے خبر سو رہا تھا۔ شاید اسی کے کہنے سے اس کے کمرے میں آیا تھا۔ لیکن اس کی وارننگ تو اسے انہی طرح یاد تھی۔ وہ بستر سے اٹھے مگر محب نے اس کا ہاتھ تیزی سے پکڑ لیا۔ اس اچانک کارروائی پر اس کی جان پنے کی طرح لرز گئی۔ محب کی آنکھیں روشن تھیں اور پورا مسکرا رہا تھا۔ یعنی وہ سو نہیں رہا تھا سب سن رہا تھا۔

"اب کہہ رہا ہے کہ ارادہ ہے۔" "وہ شرارت سے بوجھنے لگا۔ عشنا کچھ نہیں بولی اپنے آپ میں ہی سمٹ گئی۔

"چلیے آپ کے پیلو میں چند لمبے گزار کر ایک راز تو پایا کہ بشر۔ آپ کو بھلا بیٹھا ہے۔" محب کے انداز پر اس کی آنکھیں پھر آگئیں۔ جیسے محب اس کا مذاق اڑا رہا ہو وہ خود اعتمادی و خود فکری انداز میں بولی۔

"اس میں مذاق اڑانے والی کون سی بات ہے۔ میری گود میں مستقبل کے مرنے پرورش پائی ہے۔ اور میں جانتی ہوں مرد تو ازل سے ہی ہر جانی ہوتے ہیں تو جہ کے عوض محبت دیتے ہیں۔" "کیا۔ کیا۔ کیا۔ سارا الزام مجھ ہی پر ہے۔" "اگر ایسا نہیں تھا تو آپ نے کون سا مجھے پوچھ لیا تھا۔" وہ بے موقف قائم تھی۔

"مائی ڈیئر ذرا سناں بیٹھیں۔" "میں نے غصے میں اٹھ کر جانی ہوئی عشنا کو دایکس بٹھالیا۔ پھر کمرے پر سے اپنا سر اٹھا کر اس کی گود میں رکھتے ہوئے بولا۔

"آپ کو کیا معلوم مرد کی محبت کیا ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے اب تک آپ بچوں سے دل بسلامتی رہتی ہیں مرنے والا تو آپ کا اب بڑے گا۔"

وہ گھبرا کر جھپکے کی طرف بٹنے لگی۔ تو محب نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیے۔

"اس طرح کہ وہ عمل طور پر اس کے دھما میں آگیا بلکہ گود میں بہت شوق سے آپ کو بچے کھلانے کا یہ آپ کی سزا ہے۔ یہ بندہ بشر تو خبی رہے گا۔ اور بے

وفائی بھی نہیں کرے گا۔" آخری جملہ اس نے بہت محظوظ ہو کر کہا تو عشنا پشیمان سی ہو گئی۔ "جی بھر کر اڑا لیجئے مذاق۔" وہ چہرہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے بولی۔

"پھول شاخ سے جدا ہو بھی جائے تو کیا خوشبو کبھی پھول سے جدا نہیں ہو سکتی۔"

"مجھے اب اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے۔ اسی صبح کتنی ہیں میرے بچے ہوں گے تو خود اپنی ماں کو اس کا بھلا بھلا دےں گے۔" محب نے لاہر والی سے کہا۔ "فردی ہے اگلی محبت پانے گئے لئے پچھلی محبت کا بھول جانا۔ انسان سب کچھ بھی تو ساتھ لے کر چل سکتا ہے۔"

"بشر کی بار تو آپ کو سوائے بشر کے کچھ دکھائی دے سکتی نہیں دیتا تھا۔" محب جل کر بولا تو وہ بے جا نہ رہ سکی۔

"زندگی میں کسی بھی ایک فرد کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ بانی سب میرا ہم ہو جائیں۔ اتنی ہی دیوانہ وار فحش کرنا ہوگی۔ مجھ سے بھنا بشر سے کرنا نہیں سب کچھ بھلا کر مجھے تمہارا وہی انداز اٹھا کر اگے بھاگل پانگل سا۔" محب نے مخمور سا ہو کر اس کی آنکھوں میں تھانکا تو اس انوکھے انکشاف پر عشنا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اتر کر بولی۔

"زندہ کسی سے کیا گیا۔"

"ہاں زندہ کسی ہی ہے۔" وہ بھی بغیر تھا۔ "محب کچھ بھلا تا میرے اختیار میں نہیں ہے۔" "مگر میرے اختیار میں تو ہے۔" وہ دہر دہو اب بھلا۔ "کیا۔ کیا۔؟" وہ چونک گئی۔

"تم۔ جی۔" محب نے اس کی گردن میں اپنا بازو مائل کیا اور اپنی طرف جھکایا۔ اس فوری کارروائی پر وہ بری طرح سے تنورس ہوئی۔ ماسوائے اس کے کہ وہ محب کے منہ سے نکلتی رہتی اس سے چھپنے اور بچنے کا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

